السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تین رکعت وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر آپ یہ جواب دیں کہ جائز ہے تو ابو ہریرہ ، ابن عباس اور حضرت عائشہ کی حدیثوں کا کیا جواب ہے کہ وہ مرفوعا یا بہ اختلاف اقوال موقوفا روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمای تین رکعت وتر نہ پڑھا کرو بلکہ پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو اور مغرب کی نماز کی مشابہت نہ کرو ، وغیرہ وغیرہ ، اور اگر آپ کہیں کہ تین رکعت وتر جائز نہیں ہیں تو ان حدیثوں کا کیا جواب ہے جو تین رکعت وتر پڑھنے کے متعلق آئی ہیں ۔ چنانچہ حضرت ابن عباس ابو العالیہ ، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں مغرب کی نماز کی طرح کہ وہ دن کے وتر ہیں اور یہ رات کے ، اور فقہاء سبعہ نے بھی تین رکعت وتر کو اختیار کیا ہے اور حنفیہ تو اس پر اجماع نقل کرتے ہیں اور اگر مخالفت کی بناء پر اجماع نہ بھی تسلیم کیا جائے تو کم از کم جمہور کا مسلک تو ہوگا اور اگر آپ کہیں کہ تین رکعت مع الکراہت جائز ہیں ، جیسا کہ امام شوکانی نے بیان کیا ہے تو پھر اس کا جواب کیا ہے کہ اکثر لوگوں نے اس کو اختیار کر لیا ہے جواب شافی سے مطمئن فرما دیں ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

تین رکعت بلا کراہت جائز ہیں کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی ﷺ سے تین رکعت وتر روایت کی ہے ۔ مثلا حضرت علی 'ابن عباس ' عمران حصین ' عبدالرحمن بن ابزی ، حضرت عائشہ 'ابی بن کعب 'ابو ایوب 'انس بن مالک ' عبداللہ بن ابی اوفی عبداللہ بن عمرو' حضرت عبداللہ بن مسعود عبدالرحمن بنسیرہ ، نعمان بن بشیر 'ابو ہریرہ عبداللہ بن سرجس یہ پندرہ صحابہ کرام ہیں جنھوں نے تین رکعت وتر کی روایت کی ہے اور ان کی روایات صحاح ستہ موطا امام مالک دارمی قیام اللیل مروزی طبرانی ابو یعلی حاکم دارقطنی بیہقی ابن حبان صحیح ابن سکن میں مروی ہیں گو ان میں سے بعض بہت کمزور بھی ہیں لیکن ایک دوسرے سے تقویت حاصل ہوتی ہے ان تمام روایت کو نقل کرنا موجب طوالت ہے پھر اتنی حدیثیں ہوتے تین رکعت کو مکروہ کیسے کہا جا سکتا ہے اور ابن حبان دارقطنی محمد بن نصر مروزی حاکم نے جو تین رکعات کی ممانعت روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین رکعت وتر نہ پڑھا کرو کہ مغرب کے ساتھ مشابہت کرو بلکہ پانچ یا سات رکعت وتر پڑھا کرو' حاکم دارقطنی حافظ زین الدین عراقی 'غافظ ابن حجر شیخ مجد الدین فیروز آبادی ابنقیم نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ، یہ حدیث بالکل صحیح ہے ، ہم اس کی تطبیق یوں دیتے ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھنے سے جو ممانعت کی گئی ہے وہ دو تشہد سے ہے جس سے دو وتر مغرب کینماز کے مشابہ ہو جاتے ہیں اور اگر ایک ہی تشہد سے تین رکعت وتر پڑھیں تو پھر مکروہ نہیں ہیں ۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے یہی تطبیق دی ہے اور اس کی تائید حضرت عائشہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے اور آخری رکعت میں تشہد کرتے ۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث کو زرقانی نے مواہب الدنیہ کی آٹھویں جلد میں اور محمد بن اسماعیل الامیر نے زاد المعاد کے حاشیے پر لکھا ہے اور سلف صالحین کی ایک جماعت یہی مسلک تھا ۔ عطا بھی تین رکعت وتر ایک تشہد سے پڑھتے ۔ ابن حجر عسقلانی قسطلانی اور زرقانی نے اپنی کتابوں میں اس کی خوب تفصیل بیان کی ہے اور بعض صحابہ سے جو تین رکعت وتر کی نہی ثابت ہے ' وہ بھی اسی پر محمول ہے کہ تین رکعت دو تشہد سے نہ پڑھے جائیں کہ اس سے مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور ایک تشہد سے تین رکعت وتر کو وہ مکروہ نہیں سمجھتے مثلاً حضرت عائشہ اور ابن عباس سے تین رکعت وتر کی مخالفت بھی ثابت ہے اور تین رکعت ایک تشہد سے روایت بھی کرتے ہیں اور مغرب کے ساتھ مشابہت کی نفی اس صورت میں ہو جاتی ہے کہ تین رکعت وتر دو سلام سے پڑھے جائیں کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیرے ، اس صورت میں تین رکعت وتر تشہد سے ہو جائیں گے ۔ چنانچہ بخاری میں عبداللہ بن عمر سے یہی طریقہ مروی ہے ، حاصل کلام یہ کہ بالکل مغرب کی طرح تین رکعت وتر دو تشہد اور ایک سلام سے منع ہیں اور ایک تشہد دو سلام سے ثابت ہیں ، باقی رہا امام شوکانی کا قول کہ "تین رکعت وتر جائز تو ہیں لیکن کراہت سے ' اور بہتر یہ ہے کہ تین رکعت نہ پڑھے ۔ " یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بکثرت تین رکعت وتر پڑھنا ثابت ہے گو آپ سے پانچ سات نو گیارہ رکعت بھی ثابت ہیں اور پھر اس صورت میں بعض احادیث کا ترک بھی لازم آتا ہے اگر تطبیق کی کوئی صورت ممکن ہو تو تطبیق ہی دینا چاہیے نہ کہ بعض احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا جائے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض صحابہ سے بالکل مغرب کی نماز کی طرح ایک سلام دو تشہد سے تین رکعت وتر ثابت ہیں تو اس کا جواب یہ ہے ان کو نہی مذکور نہیں پہنچی وہ اس میں معذور ہیں اور جب نبی ﷺ سے ایک فعل یا قول ثابت ہو جائے تو اس کے خلاف کسی صحابی تابعی کے قول وفعل کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور کسی ایک بھی حدیث سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تین رکعت وتر ایک سلام دو تشہد سے پڑھے ہوں اور دارقطنی کی حدیث سے جو ثابت ہوتا ہے وہ حدیث ضعیف ہے اس کو مرفوعا صرف یحیی بن زکریا نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے ، بیہقی نے کیا صحیح یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود پر موقوف ہے ۔ سفیان ثوری عبداللہ بن نمبر نے اس کو موقوفاً روایت کیا ہے اور اسی طرح دارقطنی کی حضرت عائشہ سے حدیث ہے جس کو ابن جوزی نے موضوع بتایا ہے ۔ ابن معین نے کہا اسمعیل بن ملی کوئی شے نہیں ہے نسائی نے اسے متروک بتایا ۔

اور فقہائے سبعہ سے جو تین رکعت وتر ایک سلام سے مروی ہیں وہی ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک بھی دو تشہد ثابت نہیں ہیں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دو صورتوں میں تین رکعت وتر ثابت ہیں یا تو ایک تشہد اور ایک سلام سے پڑھے جائیں اور یا پھر دو سلام اور دو تشہد سے پڑھے جائیں اور فقہائے سبعہ نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور وہ بھی صحیح ہے ۔

شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی میں امام احمد کا مذہب نقل کیا ہے کہ وہ ایک رکعت وتر کو ترجیح دیتے تھے اور تین رکعت ایک سلام اور ایک تشہد سے جائز اور ایک سلام دو تشہد سے مکروہ کہتے تھے باقی رہا طحاوی کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ سے تو ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعت تک وتر ثابت ہیں لیکن بعد میں تین رکعت وتر پر اجماع ہو گیا ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ اجماع کب ہوا تھا کہاں ہوا تھا ؟ کن لوگوں نے کیا تھا ؟ صحابہ اور تابعین سے بکثرت ایک رکعت وتر پڑھنا ثابت ہے ۔ چنانچہ حافظ زین الدین راقی لکھتے ہیں "خلفائے اربعہ ۔ سعد بن ابی وقاص معاذ بن جبل 'ابی بن کعب ۔ ابو موسی اشعری ۔ ابو الدرداء حذیفہ ، ابن عمر ۔ ابن عباس معاویہ تمیم داری ، ابو ایوب انصاری ۔ ابو ہریرہ فضالة بنعبید ، عبداللہ بن زبیر ۔ معاذ بن حرث القاری سب ایک رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور تابعین میں سے سالم بن عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ ۔ حسن بصری ، محمد بن سیرین عطاء بن ابی رباح ، عقبہ بن عبدالغافر سعید بن جبیر ۔ نافع بن جبیر ۔ جابر بن زید ، زہری ربیعة بن عبدالرحمن وغیرہ ایک رکعت وتر کے قائل ہیں اور ائمہ میں سے امام شافعی ۔ اوزاعی ۔ احمد ۔ اسحق ۔ ابو ثور ، داؤد ابن حزم سب ایک رکعت کے قائل ہیں ۔ امام شوکانی نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے وہ ضعیفہے ۔ کیونکہ عمر بن عبید ، حسن بصری پر جھوٹ بولا کرتے تھا ۔

زیلعی نے کہا کہ عمر بن عبید متکلم فیہ ہے ۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے عمر بن عبید معتزلی اور قدری تھا ۔ ابن معین نے کہا اس کی حدیث نہیں لکھنی چاہیے ۔ نسائی نے کہا متروک الحدیث ہے ۔

ابن الحبان نے کہا یہ پہلے بڑا پرہیز گار تھا پھر یہ معتزلی ہوگیا اور حسن بصری کی مجلس سے نکل گیا، صحابہ کو گالیاں دینے لگا اور حدیث میں جھوٹ بولنے لگا تو معلوم ہوا کہ حسن بصری سے جو تین رکعت وتر پر عمر بن عبید نے اجماع نقل کیا ہے وہ ساقط الاعتبار ہے اور حسن بصری سے اجماع کیسے نقل کیا جاسکتا ہے جب کہ محمد بن سیرین ایک سچے تابعی سے وہ خود روایت کرتے ہیں کہ صحابہ پانچ رکعت وتر بھی پڑھتے اور تین رکعت بھی اور ہر ایک کو بہتر سمجھتے تھے

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص363

محدث فتویٰ